لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
دفتر مجلس انصار اللہ بھارت
Office Of The Majlis Ansarullah Bharat
Mohallah Ahmadiyya Qadian-143516, Distt.Gurdaspur (Punjab) INDIA
Ph:+91-1872-220186, Fax: +91-1872-224186, Mob. +91-98154-94687, E-mail:ansarullahbharat@gmail.com

نمبر/Ref　　　　　　　　　　تاریخ/Date

توکّل علیٰ اللہ کے حوالے سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایمان افروز تذکرہ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔
صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 11 / ستمبر 2026ء (۱۱ر تبوک ۱۴۰۵ ہش) بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یو کے

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توکّل علیٰ اللہ کے حوالے سے گذشتہ جمعے کو بیان کیا تھا۔ آج بھی یہی مضمون ہے۔

آنحضرتؐ اپنے لیے توکّل کے حوالے سے کس طرح دعا مانگا کرتے تھے۔ اِس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپؐ رکوع میں جاتے تو یہ دعا کرتے تھے۔ کہ اے اللہ! مَیں نے تیرے لیے رکوع کیا، اور تجھ پر ہی ایمان لایا، اور مَیں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا، اور تجھ پر توکّل کیا۔ تُو ہی میرا ربّ ہے۔ میری سماعت اور بصارت اور خون اور گوشت اور ہڈیاں اور اعصاب اللہ تعالیٰ کے لیے جھک گئے ہیں جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

پھر ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: جب کبھی مجھے کوئی پریشانی ہوتی تو جبرائیل میرے سامنے ظاہر ہوتا اور کہتا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپؐ کہیں: کہ مَیں نے اُس زندہ ہستی پر توکّل کیا، جو کبھی نہیں مَرے گی۔ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے کبھی کوئی بیٹا اختیار نہیں کیا اور جس کی بادشاہت میں کبھی کوئی شریک نہیں ہوا اور کبھی اُسے ایسے ساتھی کی ضرورت نہیں پڑی، جو گویا کمزوری کی حالت میں اُس کا مددگار بنتا، اور تُو بڑے زور سے اُس کی بڑائی بیان کیا کر۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کی ہر وقت اللہ تعالیٰ پر ہی نظر رہتی تھی۔

آپؐ کی اِس صفت کے اعلیٰ معیار کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ نے ایک تقریر میں بیان فرمایا ہے کہ رسولِ کریمؐ کو خدا تعالیٰ پر ایسا توکّل تھا کہ ہر مصیبت اور مشکل کے وقت اُسی پر نظر رکھتے اور اُس کے سوا ہر شے سے توجہ ہٹا دیتے۔

اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپؐ آجکل کے صوفیاء کی طرح اسباب کے تارک نہ تھے۔ اسباب کو استعمال کرتے تھے۔ کیونکہ اسباب کا ترک گویا خدا تعالیٰ کی مخلوق کی ہتک کرنا اور اُس کی پیدائش کو لغو قرار دینا ہے۔ لیکن اسباب کے مہیا کرنے کے بعد آپؐ

بکُلی خدا تعالیٰ پر توکّل کرتے۔ اور گو اسباب مہیا کرتے لیکن اُن پر بھروسہ اور توکّل کبھی نہ کرتے تھے، اور صرف خدا ہی کے فضل کے اُمیدوار رہتے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپؐ ہر ایک گھبراہٹ کے وقت فرماتے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، وہ ربّ ہے بڑے تختِ حکومت کا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ آسمانوں کا ربّ ہے، وہ زمین کا ربّ ہے، وہ بزرگ تخت کا ربّ ہے، یعنی میرا بھروسہ اور توکّل اللہ تعالیٰ پر ہی ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ مختلف مواقع پر مشرکینِ مکّہ کا آنحضرتؐ کو پیشکش کرنا، یعنی مختلف قسم کے لالچ دینا اور نبی کریمؐ کا اللہ تعالیٰ پر بے مثال توکّل کرتے ہوئے جواب دینے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اِن تاریخی واقعات کا نقشہ کھینچتے ہوئے اِس طرح بیان کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے جب اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق لوگوں کو وعظ کرنا شروع کیا اور شرک کی تردید شروع کی تو مکّے والوں کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور آخر ایک دن سمجھوتا کر کے وہ ایک وفد کی صورت میں رسولِ کریمؐ کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور اُنہیں کہا کہ آپ ہماری قوم کے سردار ہیں، آپ کا ہم بہت ادب کرتے ہیں اور آپ کے ادب کی وجہ سے ہم آپ کے بھتیجے کو کچھ نہیں کہتے۔ مگر اب معاملہ حدّ سے گزر گیا ہے۔ اور ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ اُس سے اِس معاملہ میں ہماری طرف سے آخری بات کریں، اور پھر وہ باتیں دُہرائیں کہ جو عُتبہ بن ربیعہ نے آنحضرتؐ سے بھی کی تھیں۔ یعنی اعلیٰ گھرانے کا لالچ اور سب سے زیادہ حسین عورت کا لالچ، روپے کا لالچ، دولت لالالچ، حکومت کا لالچ، یہ دے کر اِن لوگوں نے کہا کہ مگر اُس کو کہیں کہ وہ اِتنا لحاظ تو کرے کہ ہمارے بتوں کو بُرا بھلا نہ کہے۔ ہم اُسے یہ نہیں کہتے کہ وہ ہمارے بتوں کو مان لے، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بتوں کو بُرا بھلا نہ کہے، اور اگر وہ اِن باتوں میں سے ہماری ایک بات بھی نہ مانے تو پھر آپ اُس کا ساتھ چھوڑ دیں، ہم خود اُس سے نمٹ لیں گے۔ ابو طالب نے رسولِ کریمؐ کو بُلوایا اور اِن کی پیشکشوں کا ذکر کرتے ہوئے اُن کے اِس مطالبے کو سامنے رکھا کہ غرض وہ کوئی بھی مطالبہ کرے، تو ہم اُسے پُورا کرنے کے لیے تیار ہیں، وہ صرف اِتنا کرے کہ ہمارے بتوں کو بُرا بھلا نہ کہے۔ جب رسولِ کریمؐ نے اپنے چچا کی یہ حالت دیکھی، تو اُن کے احسانات کو یاد کر کے آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر آپؐ نے فرمایا: چچا! مَیں تو نہیں کہتا کہ آپ میری مدد کریں، آپ بے شک اپنی قوم کا ساتھ دیں، اور مجھے چھوڑ دیں۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں بھی لا کر کھڑا کر دیں، تب بھی مَیں خدا کے ذکر سے باز نہیں آؤں گا۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقینِ کامل توکّل کا وہ مقام ہے جو کہیں نظر نہیں آتا۔ اِس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیتیں اُتریں کہ مشرکین رِجس ہیں، پلید ہیں، شر البریّہ ہیں یعنی بدترین مخلوق ہیں، سفہاء ہیں یعنی بے وقوف لوگ ہیں اور ذریّتِ شیطان ہیں اور اُن کے معبود وَقُوْدُ النَّارِ یعنی آگ کا ایندھن ہیں اور حصبِ جہنم ہیں، جہنّم کا ایندھن ہیں، تو ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلا کر کہا کہ اَے میرے بھتیجے! اب

تیری دُشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہوگئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کر دیں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی۔ تُو نے اُن کے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا اور اُن کے بزرگوں کو شرّ البریّہ کہا اور اُن کے قابلِ تعظیم معبودوں کا نام ہیزمِ جہنّم یعنی جہنّم کا ایندھن اور وَقُوْدُ النَّارِ رکھا اور عام طور پر اُن سب کو رجس اور ذُرّیّتِ شیطان اور پلید ٹھہرایا۔ مَیں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دُشنام دہی سے باز آجا، ورنہ مَیں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا کہ اَے چچا! یہ دُشنام دہی نہیں ہے، بلکہ اظہارِ واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے، اور یہی تو کام ہے جس کے لیے مَیں بھیجا گیا ہوں۔ اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے، تو مَیں بخوشی اپنے لیے اِس موت کو قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے۔ مَیں موت کے ڈر سے اظہارِ حقّ سے رُک نہیں سکتا۔ اور اَے چچا! اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے، تو تُو مجھے پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جا۔ بخدا! مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں۔ مَیں احکامِ الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رُکوں گا۔ مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ بخدا! اگر مَیں اِس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اِسی راہ میں مرتا رہوں۔ یہ خوف کی جگہ نہیں، بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذّت ہے کہ اُس کی راہ میں دُکھ اُٹھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر کر رہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقّت نمایاں ہو رہی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر ختم کر چکے تو حقّ کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابوطالب کے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ مَیں تیری اس اعلیٰ حالت سے بے خبر تھا۔ تُو اور ہی رنگ میں اور اَور ہی شان میں ہے۔ جا! اپنے کام میں لگا رہ، جب تک مَیں زندہ ہوں، جہاں تک میری طاقت ہے، مَیں تیرا ساتھ دُوں گا۔

اِسی طرح طائف سے واپسی پر آنحضرتؐ کے توکّل کا ایک واقعہ ہے، آپؐ اکیلے ہیں، طائف کے سرداروں کو تبلیغ کے لیے نکلے ہیں۔ جنہوں نے ظلم کی اِنتہا کی۔ واپس آتے ہیں۔ بظاہر مکّہ میں بھی داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ایک خادم ساتھ ہے۔ اور خادم پریشان ہے کہ اب کیا ہوگا؟ لیکن آپؐ کو اپنے ربّ پر پُورا یقین اور پُورا توکّل ہے۔

چنانچہ اِس کا ذکر کرتے ہوئے وہی خادم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب مَیں نے آپؐ کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اب آپؐ مکّہ میں کیسے داخل ہوں گے، جبکہ وہ آپؐ کو نکال چکے ہیں، تو رسول اللہؐ نے کس شانِ توکّل سے جواب دیا کہ اے زید! تم دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ ضرور کوئی راہ نکال دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار ہے۔ وہ اپنے نبی کو غالب کر کے رہے گا۔ چنانچہ نبی کریمؐ نے سردارانِ قریش کو پیغام بھجوائے کہ آپؐ کو اپنی پناہ میں لے کر مکّہ میں داخلے کا انتظام کریں۔ سارے سرداروں نے انکار کیا۔ آخر ایک شریف سردار مطعم بن عدی نے آپؐ کو اپنی پناہ میں مکّہ میں داخل کرنے کا اعلان کیا۔

ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر توکّل علیٰ اللہ کے نمونے کیا تھے۔ آنحضرتؐ کو جب ہجرت کی اجازت ملی تو آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ہجرت کے پروگرام سے آگاہ کرتے ہوئے ان کے سپرد ایک جاں نثارانہ کام یہ کیا کہ آج رات وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بسترِ مبارک پر ہی سوئے رہے۔ ایک روایت کے مطابق سُرخ رنگ کی حضرمی چادر اَوڑھ کر سوئیں گے،

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود لے کر سویا کرتے تھے اور اپنے اِس جاں نثار فدائی خادم کو خدائی تائید و نصرت کی یقین دہانی کراتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ فکر نہ کرنا اور بڑے آرام سے میرے بستر پر سوئے رہنا، دشمن تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

اِس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے، جبکہ کفّارِ مکّہ کے چنیدہ بہادر جن کی آنکھوں میں گویا خون اُترا ہوا تھا، وہ تلواریں ہاتھ میں لیے عین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے باہر چاق و چوبند پہرہ دے رہے تھے کہ کب رات گہری ہو اور ہم دَھاوا بول کر ایک ہی وَار میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گویا کام تمام کر دیں نعوذ باللہ! اور ابوجہل جو کہ گویا اُن کا سرغنہ تھا، بڑے تکبر اور تمسخر سے یہ کہہ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتا ہے کہ اگر تم اُس کے معاملہ میں اُس کی پیروی کرو گے تو تم عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے، پھر تم اپنی موت کے بعد اُٹھائے جاؤ گے، تو تمہارے لیے اُردن کے باغات کی مانند باغات بنائے جائیں گے اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمہارے درمیان قتل و غارت گری ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور فرمایا کہ ہاں! ایسے ہی مَیں کہتا ہوں اور سورت یٰسین کی آیات دو تا دس پڑھتے ہوئے اور اِن کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے اِن کے سامنے سے نکل گئے۔ لیکن خدا کی قدرت کہ آپؐ جاتے ہوئے کسی کو بھی دکھائی نہ دیے، بلکہ وہ لوگ گاہے گاہے اندر جھانک کر دیکھ لیتے اور اطمینان کر لیتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بستر پر ہی ہیں۔

خطبہ کے آخر میں حضورِ انور نے فرمایا کہ ہجرت کے واقعہ اور آپؐ کے توکّل اور جرأت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صدق اُس آگ کے وقت ظاہر ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کیا گیا،... ایسی حالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صدق اور وفا کا وہ نمونہ دکھلایا جو ابدالآباد تک کے لیے نمونہ رہے گا... دشمن غار پر موجود ہیں اور مختلف قسم کی رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اِس غار کی تلاشی کرو کیونکہ نشان پا یہاں تک ہی آکر ختم ہو جاتا ہے، لیکن اِن میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہاں انسان کا گزر اور دخل کیسے ہوگا؟ مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے، کبوتر نے انڈے دیے ہوئے ہیں، اِس قسم کی باتوں کی آوازیں اندر پہنچ رہی ہیں۔ اور آپؐ بڑی صفائی سے اُن کو سُن رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دشمن آئے ہیں کہ وہ خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور دیوانے کی طرح بڑھتے آئے ہیں، لیکن آپؐ کی کمال شجاعت کو دیکھو کہ دشمن سر پر ہے اور آپؐ اپنے رفیقِ صادق صدیق رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہیں: لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ یہ الفاظ بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ نے زبان ہی سے فرمایا، کیونکہ یہ آواز کو چاہتے ہیں، اشارہ سے کام نہیں چلتا۔ باہر دشمن مشورہ کر رہے ہیں اور اندر غار میں خادم و مخدوم بھی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اِس اَمر کی پرواہ نہیں کی گئی کہ دشمن آواز سُن لیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر کمال ایمان اور معرفت کا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر پُورا بھروسہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَ نُؤۡمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَ نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَ مِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّہۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ نَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یَأۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآءِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ یَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ وَ الۡبَغۡیِ یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ اُذۡکُرُوا اللّٰہَ یَذۡکُرۡکُمۡ وَ ادۡعُوۡہُ یَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ وَ لَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ۔